ایاک نعبد و ایاک نستعین

از
جناب مولانا طاہر بن احمد صاحب (دار العلوم۔ دیوبند)

سورۂ فاتحہ میں انسان کو اس کے پروردگار کی طرف سے یہ دعائیہ کلمے اور اور استدعائیہ جملے سکھلائے گئے ہیں۔

ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ اھدنا الصراط المستقیم۔

یعنی اے رب العالمین مالک یوم الدین ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں اور صراط مستقیم چاہتے ہیں۔

ان آیتوں میں رب العالمین نے انسان کی طرف سے ایسے صیغے استعمال فرمائے ہیں اور انسان کو ایسے جملے تلقین کیے ہیں جو لغت عرب میں جمع کے لیے بولے جاتے اور چند افراد کے مجموعے پر صادق آتے ہیں حالانکہ قرینہ مقام واقتضائے کلام بظاہر یہ تھا کہ بندہ کی طرف سے ایسے جملے ادا کیے جاتے جن سے اس کی انفرادی حیثیت ظاہر ہوتی اور خدا کی حمد و ستائش کرنے والا بندہ یوں کہتا کہ اِیَّاکَ اَعْبُدُ وَاِیَّاکَ اَسْتَعِیْن۔ یعنی میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور میں تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں لیکن باوجود اس کے نماز و غیر نماز ہر حالت میں بندگانِ اطاعت شعار کی زبان اور قلب سے اَعبد و اَستعین کے بجائے نَعبد و نَستعین ہی ادا کرانا مطلوبِ الٰہی ہوا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حکیم علی الاطلاق جل مجدہ کے کلام پاک کی ہر ترکیب اعجاز و لاجوابی کا آخری مرتبہ لیے ہوئے ہے اور اس کا ہر ایک کلمہ اور ہر ایک جملہ میزان عدل میں تل کر اور

ملکیت کے سانچوں میں ڈھلکر اس دنیا میں آیا ہے اور بلاشبہہ دین قیم کی بنیادیں اس پر ایسی ہی طرح قائم و استوار ہیں جیسے فضا میں بلا کسی ستون اور سہارے کے آسمان قائم ہے، تو ضرور ہے کہ نعبد و نستعین میں بھی بجائے الف کے نون رکھدیے جانے سے کسی باریک حقیقت کی طرف اشارہ منظور ہوگا اور یقیناً اس میں بھی کوئی حکمت عظیمہ مضمر ہوگی حضرات مفسرین رحمہم اللہ نے اس موقع پر مختلف موشگافیاں اور نکتہ آفرینیاں فرمائی ہیں جن سب پر نہ عبور حاصل ہے نہ سب کا یہاں نقل کرنا ممکن۔ اس لئے اپنی معروضات سے قبل اس بلیغ اسلوب کے متعلق جو حکمت امام رازیؒ نے بیان فرمائی ہے صرف اسی کو نقل کرنا کافی سمجھتا ہوں۔

امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مومن مصلی کو خدا نے جمع کے صیغوں سے جو عرض حال کی تلقین کی ہے اس میں حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ جب جمع کے صیغوں سے بندہ مصلی اپنی دعا اور استدعا اور عرض معروض جناب الٰہی میں باوجود اکیلا ہونے کے گذرانے گا تو جمع کے صیغوں کی وجہ سے ہر نماز میں اس کی دعا و استدعا تمام عباد صالحین کی دعا و استدعا کے ساتھ شامل ہو کر بارگاہ الٰہی میں پیش ہوا کریگی اور انہی کی قابل قبول عبادت کے ساتھ بندۂ عاصی کی عبادت بھی قبول ہوجایگی اور اس کی مثال امام صاحبؒ نے یہ تحریر فرمائی ہے کہ جس طرح غلہ کے بڑے بڑے ڈھیر جب تولے جاتے ہیں تو یہ ایک عام دستور ہے کہ جو تھوڑا بہت کوڑا کرکٹ ان میں ملا ہوا ہوتا ہے وہ بھی غلہ کیساتھ تلجایا کرتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ گیہوں وغیرہ تو تلجائیں مگر کوڑا کرکٹ نہ تلے۔ اسی طرح بندۂ منفرد نے بھی ایاک نعبد و ایاک نستعین کہہ کر اپنی عبادت کو خدا کے مقبول بندوں کی عبادت کے ساتھ بارگاہ رحمت میں پیش کیا ہے تاکہ ارحم الراحمین ان کے طفیل میں بندگان عاصی کی عبادت کو بھی قبول فرمالے۔ باقی یہ اسکی رحیمی و ستاری سے نہایت بعید ہے کہ وہ بندگان عاصی کی عبادت کو تو تمام عبادتوں سے الگ کر کے رد کردے اور صرف مقربین بارگاہ کی عبادت

کو قبول فرمالے۔ پس اسی غرض کو پیش نظر رکھتے ہوئے بندۂ منفرد باوجود منفرد ہونیکے نماز میں ایاک نعبد و ایاک نستعین ہی کہتا ہے یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم تجھی سے مدد چاہتے ہیں اور ہم تجھی سے سیدھی راہ کے طالب ہیں یہ نہیں کہتا کہ میں تیری عبادت کرتا ہوں اور میں تجھ سے مدد مانگتا ہوں اور میں تجھ سے سیدھی راہ کا طالب ہوں۔

یہ نکتۂ شیریں بجائے خود نہایت لطیف اور بہتر ہے لیکن بطفیل فیوض و توجہ حضرت قاسم العلوم والخیرات نور اللہ مرقدہ جو وجوہات ہمارے قلب میں اس اسلوب جمعیت کی بابتہ القاء ہوئی ہیں وہ کچھ اور ہیں اور امید ہے کہ وہ انشاء اللہ ناظرین حقائق کے لیئے موجب فرحت باطنی ہوں گی

(۱) یہ ہے کہ جو اسلوب جمعیت "عہد الست" میں بنی آدم نے پروردگار عالم کے لیے بلیٰ شہدنا سے ملحوظ رکھا تھا وہی اسلوب جمعیت عالم شہادت میں اپنے بندوں کے لیے ملحوظ رکھا اور اس طرح نعبد و نستعین و اہدنا سے ان کو بلیٰ شہدنا کا انداز یاد دلایا ہے حق تعالیٰ نے بندگان اطاعت شعار کے لئے خواہ وہ مجتمع ہوں یا منفرد ہر حال میں نعبد و نستعین سے وہی نقشہ جمعیت سامنے کیا ہے جو ازل میں کھینچا گیا تھا۔ تشریح اس کی یہ ہے کہ ازل میں جب رب العرش الکریم نے تمام بنی آدم کی صلبوں اور ان کی پشتوں سے ان کی تمام اولین و آخرین ذریت اور اولاد کو جو قیامت تک اس عالم شہادت میں نسلاً بعد نسلٍ و قرناً بعد قرنٍ ظاہر ہونے والی تھیں نکال کر تحت العرش جمع فرمایا اور خود ان کو ان کی جانوں پر شاہد بناتے ہوئے عالم شہادت کے لئے عقل و اختیار دیکر فرمایا الستُ بربکم کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں تو تمام اولاد آدم نے عقل اور شعور اور عطا شدہ قوت نطق کی مدد سے مجتمعاً متفق اللسان ہو کر کہا تھا "بلیٰ شہدنا" ہاں تو ہی ہم سب کا پروردگار ہے یعنی جو ملکۂ شہادت تو نے اپنی تجلی ربوبیت سے ہم سب کی فطرت میں ڈالا ہے جس کی بدولت ہم سب پر عالم شہادت کے گران بار فرائض عاید ہونے والے ہیں اور خلافت ارضی کا تاج ہمارے سروں پر رکھا جانے والا ہے اس کی بنا پر ہم سب اقرار

کرتے ہیں اور شہادت دیتے ہیں کہ بیشک تو ہم سب کا پروردگار ہے۔ چنانچہ اسی ازلی اقرار اور عہد کو یوں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس عالم میں یاد دلایا ہے۔ جس پر فی الحقیقت ایمان بالغیب کا سنگ بنیاد نصب ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ
وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ
بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰي شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا
غٰفِلِيْنَ - اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ
اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ
بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ وَ
كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۔

یعنی جب نکالا تیرے پروردگار نے بنی آدم
کی پشتوں سے اُن کی اولاد کو اور اقرار کرایا اُن سے
اُنکی جانوں پر کیا میں نہیں ہوں تمہارا پروردگار
بولے ہاں ہے ہم اقرار کرتے ہیں۔ (دیکھو) کہیں (پھر)
کہنے لگو قیامت کے دن ہم کو تو اس کی خبر نہ تھی
(یا کوئی اور حیلہ تراش کر) کہنے لگو کہ شرک تو نکالا
ہمارے باپ دادوں نے ہم سے پہلے اور ہم ہوئے
اُن کی اولاد اُن کے پیچھے تو کیا تو ہم کو ہلاک کرتا

ہے اس کام پر جو کیا گمراہوں نے (یعنی یہ کہ کوئی حیلہ اس مرکوز فی القلب شہادت فطری کے بعد معتبر ہوگا اور جبکہ ہر ایک متنفس کے اقرار کا ثبوت خود ہر ایک کے دل کی شہادت ہے تو اس کے بعد گمراہی کا حیلہ کوئی معنی ہی نہیں رکھتا اور قلوب کا فطری علاقہ عرش عظیم کے ساتھ قائم ہو جانے کے بعد پچھلوں کا اگلوں کے لئے اور اگلوں کا پچھلوں کے لئے گمراہی اختیار کرنا کسی طرح بھی سند نہیں ہو سکتا)۔ اور ہم یوں کھول کر بیان کرتے ہیں باتیں (جو ازل میں کی گئیں) تاکہ وہ پھر آویں (اور فطری شہادت پر چل کھڑے ہوں)۔

اسی ازلی قول اور اقرار کے اجزا کو اللہ تعالیٰ نے سبع مثانی اور قرآن عظیم یعنی سورۂ فاتحہ میں یوں دھرایا ہے جس کو بندگانِ مخلصین ہر دن کے اندر ہر نماز کی ہر ایک رکعت میں دہراتے

ہیں چنانچہ الحمد للہ رب العلمین سے بندہ کو الست بربکم کا جواب سکھلایا گیا ہے تو مالک یوم الدین سے ان تقولوا یوم القیامۃ انا کنا عن ہذا غافلین کی طرف اشارہ ہے۔ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین سے او تقولوا انما اشرک آباؤنا من قبل وکنا ذریۃ من بعدہم افتھلکنا بما فعل المبطلون کی طرف نظر عبرت کرائی جارہی ہے تو ایاک نعبد و ایاک نستعین واہدنا سے بلیٰ "شہدنا" کی طرف مع اس کے اسلوب عظیم کے متوجہ کیا جارہا ہے اور وہ اسلوب عظیم و لطیف یہی ہے کہ جس طرح بندگان وحدت شعار سب کے سب ازل میں بجانب رب العرش العظیم ایک رنگ ایک ڈھنگ سے اس کی حمد و ستائش اور اقرار ربوبیت میں مستغرق و بے خود تھے اسی طرح ہر دن میں پانچ مرتبہ مساجد اللہ میں جمع ہو کر بندگان مخلصین وہی نقشۂ دلربا ایاک نعبد و ایاک نستعین واہدنا سے بلیٰ شہدنا کا کھینچا کریں۔

(۲) اور خدا توفیق دے تو یوم الحج الاکبر اور میدان عرفات میں بھی مجتمع ہو کر ایک اجتماع عظیم کے ساتھ اسی نمونہ و انداز کے مطابق اقرار ربوبیت ادا کیا کریں تاکہ جب اولاد آدم کا یہ اجتماع عظیم خانہ کعبہ اور میدان عرفات میں شہادت وحدانیت کے لئے قائم ہوا کرے تو جس قدر پاک اور تزکیہ شدہ روحیں اس عالم سے اقرار ربوبیت کر کے واپس جاچکی ہیں یا جس قدر روحوں کو اس عالم میں ظاہر ہو کر فریضہ شہادت ادا کرنا باقی ہے وہ سب کی سب اِس اجتماع عظیم کیساتھ بلیٰ شہدنا سے اس دن ہمنوائی اختیار کریں اور اپنی تمام توجہ اِس یوم اعظم میں اسی اجتماع اکبر کی طرف مبذول فرمائیں اور انسان کو اپنے آبائی و ابنائی سلسلوں سے ہر اعتبار سے حصول نور کا کافی موقع ملے۔[۱] الغرض نعبد و نستعین و اہدنا سے بندہ مومن کو اس اسلوب جمعیت سے وہی شہدنا کا انداز یاد دلا گیا ہے۔

۳۔ غالباً ملکہ اغلباً اشارہ اسی طرف فرمایا گیا ہے کہ جس قدر ذریت اور اولاد انسان کی صلبوں اور ان کی پشتوں سے

[۱] اس کی تصدیق کہ حج میں عاشقان خدا کو بلیٰ شہدنا کا انداز یاد دلایا گیا ہے آنحضرت کے اس عمل سے بھی ظاہر ہے کہ جب حجۃ الوداع میں آنحضرت نے خطبہ تمام فرما لیا تو تمام لوگوں کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے لوگو جب تم سے یہ سوال کیا جائیگا کہ یہ سب احکام تم کو پہونچے ہیں یا نہیں تو کیا تم شہادت دوگے ؟ سب نے کہا بیشک ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے خدا کے احکام ہم تک پہنچا چکے اور آپ نے اپنا حق ادا کر دیا اس پر حضور علیہ السلام نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی۔ بقیہ بر صفحہ آیندہ۔

عالم شہادت میں آچکی ہے یا آنے والی ہے مگر ابھی تک مکلف بالشہادت اور مکلف بالاحکام نہیں ہوئی ہے ان سب کی طرف سے بھی بندہ مومن دست بستہ جناب الٰہی میں عرض کیا کرے کہ ایاک نعبد وایاک نستعین تاکہ جو اقرار ربوبیت ازل میں بندہ قانت اور اس کی ذریت نے مجتمعاً کیا ہے اور اس اقرار میں بیٹے کو باپ سے اور باپ کو اپنی اولاد سے جو یکجانیت حاصل تھی عالم شہادت میں بھی اسی اسلوب جمعیت ویکجائی سے نعبد ونستعین کا اعادہ وتکرار ہو کر اس ازلی قول واقرار ابد تک فراموش نہ ہونے پائے۔

(۴) اور یہ استقرار وبیداری انسان کے خمیر اور مسلمان کی ضمیر میں خوب ہی پیوست ومطبوع ہوجائے اور جب بھی بندۂ مومن کی ذریت عالم شہادت میں آکر مکلف بالشہادہ ہو تو اس کے اجزاء نامیہ ومنویہ میں بھی یہ تیقظ وبیداری رسوخ کا مرتبہ لئے ہوئے ہو اور یہ بیداری نسلاً بعد نسل اسی نہج سے اصلاب طیبہ میں منتقل ہوتی رہے اور انسان واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ کی تعمیل بھی اس طرح کرے۔

(۵) غرض جو ذریت اور اولاد آدم عالم شہادت میں ظاہر ہو جائے اس کے یوم ولادت سے ہی اس کے آباء اپنی زبان سے بطور وکالت ونمایندگی اپنی اولاد کے سنِ شعور کو پہنچنے تک اپنی تمام نمازوں میں نعبد ونستعین کہہ کر حسب قاعدہ واسلوب شریعت اَنتَ ومالکَ لِابیکَ ان کی طرف سے حق وکالت ادا کیا کریں تاکہ رحمت الٰہی بھی نہ صرف بندۂ مومن ہی کے ظاہر وباطن میں سرایت کرے بلکہ اس کی تمام ذریت کو بھی محیط ولاحق ہو جائے اور کافروں جیسی غفلت مسلمانوں کے مادّہ اور انکی روحوں میں بالکل نہ آنے پائے اور مسلمان کی عبادت میں جو نقصان

ﷺ اور تین مرتبہ فرمایا خداوندا تو گواہ رہ خداوندا تو گواہ رہ خداوندا تو گواہ رہ اور اس کے بعد آپ نے فرمایا الا فلیبلغ الشاہد الغائب یعنی جو لوگ موجود ہیں وہ ان تمام احکام کو ان لوگوں تک پہونچا دیں جو حاضر نہیں ہیں۔ معلوم ہوا کہ اجتماع حج میں ہی شہادت عظیمہ مطلوب رکھی ہے جس کا نقشہ خدا نے اپنے رسول سے کھنچوایا:

رہ جائے تو وہ اس مسلسل و متواتر شہادت سے اسطرح پورا ہو جائے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد اہنی کی راہ پر ایمان کیساتھ چلی تو ہم نے پہنچا دیا اُن تک اُن کی اولاد کو اور بیچ گھٹایا ہم نے اون کے عمل سے کچھ بھی (اور بلاشبہ) ہر شخص اپنے کسب میں جکڑا ہوا ہے۔ یہی حق نمایندگی اور حق وکالت ہم کو دیگر احکام شریعت میں بھی نظر آتا ہے چنانچہ صدقۃ الفطر میں اولاد صغار غیر مکلف بالاحکام کی طرف سے ماں باپ کا صدقہ ادا کرنا ہمارے دعویٰ کا کھلا ہوا ثبوت ہے علیٰ ہذا قربانی میں بھی اسی قسم کی وکالت موجود ہے۔ حج بدل میں بھی یہی وکالت ہے جو ایک شخص کا بار دوسرے پر منتقل کرتی ہے۔

(۶) علاوہ ازین ہر نماز میں جو دعائے تحیۃ و سلام ہم کو سکھلائی گئی ہے۔ اس میں بھی یہی اسلوب جمعیت مطلوب ہے چنانچہ جب التحیات ہم پڑھنے کو بیٹھتے ہیں تو پہلے خدا کی جناب میں آداب و تحیہ بجالاتے ہیں۔ ہر ایک مُصَلّی نبی پر سلام بھیجتا ہے اس کے بعد کہا جاتا ہے السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین یہاں السلام علینا کے بعد و علی عباد اللہ الصالحین کے جدا مذکور ہونے سے درانحالیکہ ہر ایک مصلی جدا جدا تحیہ و سلام بجالاتا ہے صاف طور پر یہی نظر آتا ہے کہ علینا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر اپنی تمام اولاد روحانی و جسمانی مراد لی ہے تو بندوں کے اعتبار سے علینا سے وہ تمام ذریت مراد ہے جو عالم شہادت میں آچکی ہے گو ابھی تک مکلف بالاحکام نہیں ہوئی ہے بلکہ دائرہ کو اور ذرا وسیع کیجئے تو کہا جا سکتا ہے کہ علینا میں وہ تمام ذریت مخفیہ موجود فی الاصلاب بھی مراد ہے جو ہنوز عالم غیب سے عالم شہادت میں نہیں پہنچی ہے باقی ان تمام امور کا آسانی سے سمجھ میں آجانا اسی وقت ممکن ہے جبکہ استحضار مغیبات ہو۔ علیٰ ہذا الصلوٰۃ الوتر میں بھی جو قنوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بندگان مخلصین کو تلقین فرمایا ہے

اس میں بھی اسی اسلوب جمعیت سے ان تمام جہتوں کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے چنانچہ دعائے قنوت کے الفاظ یہ ہیں اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَیْكَ وَنُثْنِیْ عَلَیْكَ الْخَیْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْكَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰی عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ۔ اس دعا میں جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے استحضار اور ان کے لیے ہر قسم کے مفاد کی طلب کے ساتھ جو توکل اور شکر تحفد اور تخشع فرمایا ہے اسی طرح تمام مسلمان بھی اس دعا کو پڑھ کر اپنی عاقل و بالغ معصوم و مخفی ذریت کے لیے ہر قسم کے مذکورۃ الصدر امور حسنہ میں حق نیابت ادا کرتے ہیں، اور اپنی تمام نسل کے لیے صراط نور سے انوار و برکات حاصل کرنے کی سعی کرتے ہیں۔

(۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کو درود سکھلانا جس میں خود حضور پر اور آپ کے اہل بیت پر آپ کے آباء پر اور تمام سلاسل ایمانیہ پر جو درود و سلام بھیجا جاتا ہے۔ وہ ہمارے اس دعوی کا مزید ثبوت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر اس قسم کی دعاؤں کے الہام ہونیکا راز یہی تھا کہ مسلمان اپنی ہر حاجت اور ہر استدعا میں تقریباً اسی اسلوب جماعت کو ملحوظ رکھیں اور علماً و عملاً دعاءً و قلباً تمام مومنین۔ المومن کالبنیان یَشُدُّ بعضھم بعضاً کے مصداق ہوں۔

(۱۰) حدیث شریف میں جو مادۂ منویہ کے شر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے استعاذہ فرمایا ہے اس سے بھی مستنبط ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر وہی عہد الست کا اسلوب اور اسی استعاذہ سے یہ حقیقت مخفیہ اچھی طرح روشنی میں آجاتی ہے کہ بندۂ مومن و مصلی ایاک نعبد و ایاک نستعین میں نہ صرف اپنی ذریت موجودہ ہی کی طرف سے حق عبادت و استعانت

استعمال کرتا ہے اور نہ صرف تمام دنیا کے مسلمانوں کی نسبت کرتا ہے بلکہ اس کی صلب میں جو ذریت چھپی ہوئی ہے اس کی طرف سے بھی باعتبار ما یکون و ما یؤل کے انسان نعبد و نستعین کہہ کر اپنی ذریت مخفیہ غیبیہ کو اپنے ساتھ شامل کرتا ہے اور اس طرح اپنا جماعتی علاقہ دونوں عالموں سے یکساں پیدا کرتا ہے۔

(۱۱) پس یہ اسلوب جمعیت کس قدر پُر اعجاز اسلوب ہے جس میں الدین یسر کی پوری پوری تفسیر مضمر ہے اور نعبد و نستعین کیسے جامع اور مختصر جملے ہیں کہ انسان محض ان دو جملوں کو ادا کر لینے سے عالم غیب اور شہادت کے تمام امور حسنہ کو بآسانی لے سکتا ہے اور چاہے قصد کرے یا نہ کرے مگر یہ جامعیت بیان ہر دو عالم کے بہترین مقاصد کو غیر اختیاری صورت سے مراد بنا دیتی ہے لیکن اگر خدا کی طرف سے ایسا اسلوب استدعا نہ سکھلایا جاتا بلکہ ہر دو عالموں کے جملہ مقاصد کو وقت استدعا الگ الگ بیان کرنے کا مکلف اگر خود نیدہ ہی کو قرار دیا جاتا تو ہمارے خیال میں علاوہ دقت و زحمت و طوالت کے عمر نوح بھی بیان مقاصد کے لیے انسان کو کافی نہ ہوتی اور اب صورت حال یہ ہے کہ صرف نعبد و نستعین و اہدنا کہہ لینے سے پھر کسی لمبی چوڑی استدعا کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی ہے بلکہ تمام مقاصد حسنہ کا حل عبادات و معاملات کی الہٰی دو آیتوں میں انسان کو نظر آجاتا ہے۔

(۱۲) یہی اسلوب جمعیت وہ اعجاز اسلوب ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیا علیہم السلام نے بھی اپنی دعاؤں میں ملحوظ و مرعی رکھا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کو تعمیر کرتے وقت دعا کی تو اس طرح کی رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ یعنی اے ہمارے پروردگار تو جانتا ہے جو کچھ کرتے ہیں ہم چھپا کر اور جو کچھ کرتے ہیں ہم دکھا کر اور مخفی نہیں اللہ پر کوئی چیز زمین میں نہ آسمان میں یعنی پروردگار عالم ہماری ظاہر اور پوشیدہ سب چیزوں کو ایسی ہی طرح دیکھتا ہے جیسے آئینہ میں ہم اپنا منہ دیکھتے ہیں۔

باقی